اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى
([اے نبیؐ] کیا آپ نے موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل کے سرداروں کو نہیں دیکھا)

پچھلی آیت (243) میں بتایا گیا تھا کہ ایک بڑی قوم موت کے خوف سے جنگ کے لیے نہیں نکلی تو اللہ نے ان پر موت طاری کر دی - جہاد سے دور رہنے کا بڑا سبب موت کا خوف ہوتا ہے -

اس آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ جب بندہ اللہ پر توکل کرتا ہے اور اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے نکلتا ہے تو تعداد اور وسائل کی قلت سے کوئی فرق نہیں پڑتا - یہاں یہ قصہ بتا کر مسلمانوں کو سبق لینے کہا جا رہا ہے۔ مسلمان مکہ میں اپنا سب کچھ چھوڑ کر مدینہ آ رہے تھے اور تعداد میں بھی مسلمان بہت کم تھے - انکے مقابلے میں صرف قریش نہیں تھے بلکہ پورا عرب انکے خلاف تھا - مقابلے والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی - مسلمان تعداد میں کم تھے ہی ساتھ ہی مالی اعتبار سے بھی کمزور تھے - مدینہ کے انصار بھی زیادہ مالدار نہیں تھے - وہ کھیتی باڑی وغیرہ کرتے تھے - انصار پر مہاجرین کے مالی مدد کا بوجھ بڑھ گیا تھا - تو دونوں طرح سے فوجیوں کی تعداد اور مالی اعتبار سے بھی مسلمان کمزور تھے - جنگوں میں دونوں کی ضرورت ہوتی ہے - آگے انفاق کی جو آیتیں آئیگی وہ اسی پس منظر میں آئیگی -
یہاں بنی اسرائیل کے واقعے کا ذکر کر کے مسلمانوں کو بتایا جا رہا ہے کہ جب اللہ پر کوئی توکل کرتا ہے تو بہت چھوٹی جماعت بھی بڑی جماعت پر غالب آ جاتی ہے - اللہ کی طرف سے مدد اور فتح حاصل ہوتی ہے -

اَلَمْ تَرَ ← یہاں "اَ" سوال کے لیے نہیں ہے بلکہ تعجب کے لیے ہے - مطلب "کیا آپ نے دیکھا!" یا "کیا آپ نے جانا" یا "کیا تجھے خبر نہیں!" اسلیے تاریخ کی کتاب پڑھنا چاہیے تاکہ عبرت حاصل کر سکے - تفریح کے لیے نہ پڑھے -
الْمَلَاِ ← (م ل ء) ؎ بھرنا - یہ مصدر (Infinitive) ہے - سرداروں (Leaders) کو مَلَأ کہا جاتا ہے کیونکہ انکے پاس اِتنا مال ہوتا ہے کہ انھیں دیکھ کر لوگوں کی آنکھیں بھر جاتی ہے اور کچھ نے کہا کہ بادشاہ کی عدالت اسکے سرداروں (Ministers) سے بھری ہوتی ہے - اور بھی کچھ باتیں بتائی گئی ہے -
(★) عربی زبان میں سردار کے لیے اور بھی کئی الفاظ ہیں جیسے قائد اور امام وغیرہ لیکن اللہ نے الْمَلَاُ کا لفظ استعمال کیا - یہی لفظ فرعون کے سرداروں کے لیے بھی استعمال ہوا - یہ ایک اشارہ ہے کہ جیسے فرعون کی عدالت میں جو فساد تھا ویسے ہی کچھ بنی اسرائیل کے اندر بھی تھا - شاید پہلے تو ان سرداروں نے خود ہی سے کوئی بادشاہ مقرر کرنے کہا پھر جب ایسے شخص کو چنا گیا جو مالی اعتبار سے ان سے کم تھا تو حجت بازیاں کرنے لگے کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ انھی میں سے کسی کو بادشاہ بنایا جائے - واللہ اعلم

(★) مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ← یہاں یہ قابل غور ہے - عربی زبان میں مِنْۢ بَعْدِ کئی معنوں میں آتا ہے - کبھی یہ تعجب کبھی تبعید اور کبھی تعجیل کے لیے بھی آتا ہے -
تعجب ← موسیٰؑ کے بعد بھی! (تعجب ہے) ← موسیٰؑ جیسے استاد نے انھیں فساد سے دور رکھنے کی کوشش کی تھی - اسلیے تم جیسے سرداران فرعون کے سرداروں کی طرح نہ ہو - موسیٰؑ نے تو تمہیں فرعون اور اسکے سرداروں سے نجات دلائی تھی - اور اب تم بھی فرعون اور اسکے سرداروں کی طرح رویہ اختیار کرنے لگے ہو!
تبعید ← موسیٰؑ کے جانے کے کئی سال بعد ← موسیٰؑ کے کئی سال بعد پھر تم نے یہ رویہ اختیار کیا -
تعجیل ← موسیٰؑ کے جاتے ہی ← موسیٰؑ کے اس دنیا سے جانے میں زیادہ دن نہیں گزرے اور ابھی تک انکی تعلیمات تمہارے اندر تازہ ہے پھر بھی تمہارے اندر ابھی تک فساد موجود ہے -
اِسی طرح آپ ﷺ کے دو تین نسلوں (generations) بعد اِسی طرح کے حالات پیش آئے - اُمت کے اندر اتحاد نہ رہا -

اِذْ قَالُوْا لِنَبِىٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
(جب انھوں نے اپنے نبی سے کہا: آپ ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دیں تاکہ ہم اللہ کے راستے میں لڑیں)

(★) اِذْ قَالُوْا لِنَبِىٍّ لَّهُمُ (جب انھوں [سرداروں] نے اپنے نبی سے کہا) - یہ حالانکہ اسطرح بھی ہو سکتا تھا اِذْ قَالُوْا لِنَبِيِّهِمْ جسکے معنی تو اردو میں ویسے ہی کرتے ہیں -
لِنَبِيِّهِمْ یہ مرکب اضافی ہوتا جو بہت ہی سادے (Simple) زبان میں ہوتا - اسطرح ہونے سے نبی معرفہ (Definite) ہو جاتا یعنی کوئی خاص نبی - لیکن اللہ نے الگ کر کے لَّهُمْ کہا اسلیے لِنَبِىٍّ نکرہ (Indefinite) ہے - یعنی "کسی نبی سے انھوں نے کہا" - حالانکہ اللہ نے کئی بنی اسرائیل کے نبیوں کے نام قرآن میں ذکر کیے - پھر یہاں اللہ نے اس نبی کا نام ذکر کیوں نہیں کیا اور اتنا ہی نہیں بلکہ نکرہ یعنی "کسی نبی" کیوں کہا؟ اسکی وجوہات ① نام کی طرف توجہ نہ کرے - نام کو نہیں دیکھو بلکہ یہ دیکھو کہ اِس میں کیا سبق ہے - زندگی میں بھی کس چیز کو ترجیح دینی چاہیے اور کون سی چیز چھوڑ دینا ہے، اُسکے پیچھے نہیں پڑنا ہے یہ بھی سبق ملتا ہے -
یاد رکھو! قرآن تاریخ (History) کی کتاب نہیں ہے - یہ ہدایت کی کتاب ہے - اس سے ہمیں ہدایت لینی ہے - قرآن میں کچھ باتیں تاکیدی ہیں، کچھ باتیں دہرائی گئی ہیں، کچھ باتیں وضاحت سے بیان کی گئی ہیں - کیونکہ انکی کچھ وجوہات ہیں - اس میں کئی حکمتیں ہیں - اِسکے برعکس قرآن میں کچھ باتیں دہرائی نہیں گئی، کچھ باتیں وضاحت سے بیان نہیں کی گئی اور کچھ باتیں تفصیل سے بیان نہیں کی گئی انکی بھی کچھ وجوہات ہیں -
② بنی اسرائیل میں صرف ایک ہی نہیں بلکہ کئی انبیاء آئے تھے - اسلیے اسطرح کہنا "لِنَبِىٍّ لَّهُمْ" یہ ایسے ہے جیسے کہا جائے نَبِيٌّ مِّنْ اَنْبِيَآئِهِمْ (انکے بہت سارے نبیوں میں سے ایک نبی) یعنی بہت سارے واقعات میں سے یہ ان کا ایک جرم والا واقعہ ہے - اسطرح انھوں نے کئی نبیوں کے ساتھ بھی کیا تھا - جیسے کہ البقرۃ : 61 ← "اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے رہے..." کئی عرصے سے بنی اسرائیل اسطرح کرتے رہے - ہر بار انکے پاس انبیاء اور کتابیں آتی رہی لیکن ہر بار انکا رویہ ایسے ہی رہا - بہرحال اسی بات کو بتانا مقصود ہے کہ اسطرح کے کئی واقعات میں سے یہ ایک واقعہ ہے -
کئی تفسیر کی کتابوں میں اس نبی کا نام الگ الگ بتایا گیا ہے لیکن ہمیں یہ معلوم کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ نے خود نبی کے لفظ کو نکرہ (Indefinite) رکھا ہے - اسلیے اِس بحث میں نہ پڑو کہ اس نبی کا اصل نام کیا تھا بلکہ اس واقعہ کے عبرت پر غور کرو - ③ لِنَبِيِّهِمْ ہوتا تو ان میں نبی سے زیادہ نزدیکی ہوتی لیکن لِنَبِىٍّ لَّهُمْ میں دُوری لَ اور هُمْ کی وجہ سے آتی ہے - یعنی وہ اپنے نبی کے وفادار نہیں تھے - ④ لَّهُمْ کہہ کر بتایا گیا کہ انکے نبی انھی کے فائدے کے لیے تھے - یعنی نبی جو بھی کہے گے وہ انکے ہی فائدے کے لیے کہے گے - انکے مخالفت کے لیے نہیں کہے گے - واللہ اعلم -
ان سرداروں نے انکے نبی سے کہا کہ ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کرے تاکہ ہم اللہ کے راستے میں جنگ کرے - ایسا انھوں نے اسلیے کہا کہ جالوت کی جو قوم تھی جنھیں عمالقہ کہا جاتا تھا، انھوں نے بنی اسرائیل پر بہت ظلم کیے - انکے بچوں کو قتل کر دیا - انکو انکے گھروں سے نکال دیا - اس ظلم کا سلسلہ بہت دنوں تک چلتا رہا - پھر انھیں احساس ہوا کہ یہ ظلم ہم کب تک برداشت کرتے رہینگے - ہمیں انکے خلاف لڑنا ہوگا - یہ حالات مکہ سے آنے والے مسلمانوں کے بھی تھے - انکے ساتھ بھی یہی ہوا تھا - مکہ والوں نے انھیں مکہ سے نکال دیا، انکے مال پر قبضہ کیا، کئی مسلمانوں کو شدید تکلیفیں دی گئی اور کئی مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا جیسے سُمَیَّہؓ وغیرہ کو - مسلمان جب مدینہ آ گئے تب بھی مکہ کے مشرکوں کو چین نہیں آیا - پلٹ پلٹ کر مدینہ آ کر حملہ کرتے رہے - اسلیے مسلمانوں کو کہا گیا کہ تم بنی اسرائیل کے حال پر غور کرو کہ جب انھوں نے اپنا دفاع کیا تو کسطرح کیا - یہاں مسلمانوں کو اپنا دفاع کرنے کے لیے ابھارا جا رہا ہے - بہرحال
بنی اسرائیل نے ایک بادشاہ مقرر کرنے کہا تاکہ اللہ کے راستے میں جنگ کر سکے - اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جنگ اس وقت لڑی جا سکتی ہے جب کوئی مضبوط قائد (Leader) ہو - لوگوں کا خود ہو کر جنگ کا اعلان کرنا اور جہاں اور جسطرح چاہے جنگ کرنا یہ درست نہیں - کچھ لوگ جہاد کے نام سے بسوں (Buses) میں یا کسی مکان یا بازاروں میں بم دھماکے کرواتے ہیں وہ جہاد نہیں بلکہ فساد ہیں - اس میں کئی بے قصور لوگ اور مسلمان بھی مارے جاتے ہیں - یاد رکھو! جہاد کے لیے حاکم ہونا ضروری ہے جسکے تابع جنگ ہوگی - اور مسلم دفاعی شعبے کے تحت جنگ ہوگی - اسلامی ملک کا سربراہ فیصلہ کریگا - جذبات میں آ کر قانون کو اپنے ہاتھ میں نہ لو -
بخاری ؎ "..... امام بحیثیت ڈھال کے ہے - اسی کی رائے سے لڑائی کی جاتی ہے - اور اسی کے ذریعے (دشمن کے حملہ سے) بچا جاتا ہے..."

قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا
(اس [نبی] نے کہا: ممکن ہے کہ اگر تم پر جہاد فرض کر دیا گیا تو تم جہاد نہ کرو -)

بنی نے "القتال فی سبیل اللہ" نہیں کہا کیونکہ انھیں پتہ تھا کہ بنی اسرائیل اللہ کے راستے میں نہیں لڑنا چاہتے تھے - بنی کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ کسی طرح کی بھی جنگ ہو وہ اللہ کے راستے میں ہو یا نہ ہو، اگر فرض ہو گئی تو بہت زیادہ امکان ہے کہ تم نہیں لڑو گے -
چونکہ وہ بنی اسرائیل کے نبی تھے اسلیے وہ انکے نفسیات، سوچ اور انکے فتنوں سے اچھی طرح واقف تھے کہ وہ کس فطرت کے لوگ ہیں - بنی اسرائیل کے دعوے تو بڑے لمبے چوڑے ہوتے تھے لیکن عمل کے وقت ان کا سارا جوش ٹھنڈا ہو جاتا - اسی لیے نبی نے کہا کہ ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تم پر جہاد فرض کر دے اور تم جہاد سے منہ موڑ جاؤ -
شریعت کے احکام میں بہت مشکل چیز جہاد ہے - انسان کی سب سے پیاری چیز اسکے لیے اسکی جان ہوتی ہے اور جان کو داؤ پر لگانا بہت ہی مشکل کام ہے - نبی کو پہلے ہی پتہ تھا کہ بنی اسرائیل بہت ہی بزدل قوم ہے اسلیے یہ بعد میں پیچھے ہٹے گے -

قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا
(انھوں نے کہا: آخر ہمیں کیا ہوا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں جبکہ ہمیں اپنے گھروں اور اپنے بیٹوں سے نکال دیا گیا ہے)

اَبْنَآئِنَا ← اِبْنٌ کی جمع ہے - بیٹے یا اولادیں -
اِبْنٌ کے معنی بیٹا کے ہیں لیکن جب بیٹے اور بیٹیاں دونوں مقصود ہوں تو اسکی تغلیب کی وجہ سے مذکر کا صیغہ لایا جاتا ہے -
مسلمانوں پر عمالقہ نے ظلم کیا - ان کو گھروں سے نکال دیا، انکے بچوں کو قتل کیا اور انکی عورتوں کو غلام بنایا - قریشیوں نے بھی مسلمانوں کے ساتھ یہی کچھ کیا تھا - مسلمانوں کو مکہ چھوڑنے پر مجبور کیا - مسلمانوں نے خوشی سے ہجرت نہیں کی تھی - بہت سارے مسلمان اپنے بچوں، والدین، اپنے خاندان اور اپنے قبیلے کو چھوڑ کر آئے تھے -
اسلیے یہاں بنی اسرائیل کا واقعہ بیان کر کے مسلمانوں کو بتایا جا رہا ہے کہ یہ صرف تمہارے ساتھ نہیں ہوا ہے بلکہ پہلی قوم کے ساتھ بھی ہوا تھا -

کسی کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ جہاد تو اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے کیا جاتا ہے لیکن یہاں تو کہا جا رہا ہے کہ ہم اللہ کے راستے میں جہاد کریگے بدلہ لینے کے لیے! اگر دنیا کا بدلہ لینے کے لیے کوئی لڑے تو یہ جہاد فی سبیل اللہ نہیں ہے - لیکن دنیا میں اگر مصیبتیں اسلیے آئیں ہیں کہ ہم مسلمان ہیں تو پھر مصیبتوں کا بدلہ لینے کے لیے جنگ کی جائے تو یہ جہاد اللہ کے راہ میں ہوگا - یعنی گھروں کا لُٹ جانا، بچوں کا قتل ہونا دین کی وجہ سے ہو تو پھر اپنا دفاع کرنا جہاد فی سبیل اللہ شمار ہوگا - لیکن اگر جنگ دین کے خاطر نہ ہو محض اپنے علاقے کو وسیع کرنے کے لیے یا کسی کے وسائل پر قبضہ کرنا ہو تو وہ جنگ فی سبیل نہیں ہوگی - اسلام میں جنگ کرنے کا سبب اپنے دین کا دفع اور دین کے خاطر اگر کوئی مصیبت آئی ہے تو اُس مصیبت کا ازالہ ہے - لیکن اصل مقصد اللہ کی رضا ہوں - اِسکے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے جنگ کرنے کی اجازت نہیں دی گئی -

فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ
(پھر جب ان پر لڑنا فرض کر دیا گیا تو ان میں سے تھوڑے سے لوگوں کے سوا سب پھر گئے)

پہلے خود بنی اسرائیل جہاد کی بات کر رہے تھے لیکن جب قتال فرض کر دیا گیا تو سوائے چند کے سب بھاگ گئے - یہی حال مدینہ کے منافقین کا تھا - جب قتال کی اجازت نہیں دی گئی تھی تب منافقین بار بار نبی ﷺ سے قتال کا مطالبہ کر رہے تھے - کہتے تھے کہ ہم کب تک صبر کرے - اب تو جہاد فرض ہونا چاہیے - ہم دشمنوں سے اللہ کے راستے میں لڑنا چاہتے ہیں - بڑی بڑی باتیں کر رہے تھے - لیکن جب جہاد فرض کر دیا گیا تو بھاگ گئے - بہانے بنانے لگے -
النساء : 77 ← کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھ روکے رہو (یعنی جنگ نہ کرو) اور نماز پڑھو اور زکات ادا کرو - پھر جب ان پر جہاد فرض کر دیا گیا تو ان میں سے ایک گروہ انسانوں سے اسطرح ڈرنے لگا جیسے اللہ سے ڈرنا چاہیے یا اس سے بھی زیادہ - اور کہنے لگے: اے ہمارے رب! تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا - اور تھوڑی مدت تک ہمیں مہلت کیوں نہ دی؟..."
محمد : 20 ← اور جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ کہتے ہیں کہ (جہاد کے بارے میں) کوئی سورت کیوں نازل نہیں کی جاتی؟ پس جب ایک محکم سورت نازل کی جاتی ہے اور اس میں قتال کا ذکر ہوتا ہے تو آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے وہ آپ کی طرف اِسطرح دیکھتے ہیں جسطرح وہ شخص دیکھتا ہے جس پر موت کی غشی طاری ہو"
یعنی پہلے بڑی بڑی باتیں کر رہے تھے لیکن جب عمل کرنے کا وقت آیا تو ایسے ڈر گئے جیسے اُنکے اوپر موت کی غشی طاری ہو - یہ منافقین کے لیے طنز ہے کہ اِنکی حالت بھی بنی اسرائیل کی طرح ہو گئی -
کسی قوم کی زوال یافتہ ہونے کی یہ علامت ہے کہ وہ کسی چیز کا مطالبہ کرے اور پھر اُنکو وہ کام دے دیا جائے تو وہ اُس کام سے منہ موڑ جائے -

لیکن ایک طبقہ تھا جو ایمان پر قائم تھا وہ جما رہا - اور عمل کے وقت جو انھوں نے کہا تھا ویسے ہی کیا -
اِس سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ جو چیز واجب نہیں ہے اُسے اپنے اوپر واجب نہیں کرنی چاہیے - اللہ نے اُن پر جہاد واجب نہیں کیا تھا لیکن انھوں نے خود مطالبہ کر کے اُسے اپنے اوپر واجب کر دیا -
جیسے کہ کچھ لوگ نذر مانتے ہیں حالانکہ نذر ماننے کو نبی ﷺ نے پسند نہیں کیا - نذر سے انسان کی تقدیر پر کوئی فرق نہیں پڑتا - بس بخیل (کنجوس) کا مال اس سے نکلتا ہے - کیونکہ نذر پوری ہونے کے بعد اسے وہ دینا پڑتا ہے - اِسی طرح عیسائی پادریوں نے اپنے اوپر رہبانیت خود گھڑ لی تھی - اللہ نے ان پر فرض نہیں کیا تھا - حالانکہ ایسے کرنے سے وہ دوسرے خرابیوں میں پڑ گئے - جیسے شادی نہ کرنے کی وجہ سے زنا کاریوں میں پڑ گئے - پادریوں نے راہبہ (Nuns)، چھوٹے بچیوں حتیٰ کہ چھوٹے لڑکوں سے تک زنا کیا - اِسی طرح مال نہ لینے کی وجہ سے رشوت خوری (Corruption) میں پڑ گئے - اسلیے جو چیز واجب نہیں کی گئی اُسے اپنے اوپر واجب نہیں کرنا چاہیے -

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ
(اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے)

جو چیز اللہ نے ان پر واجب کی تھی اس پر انھوں نے عمل نہیں کیا تو وہ اللہ کے نظر میں ظالم ہیں -
(★) اللہ نے یہاں اسطرح نہیں کہا: وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًۢا بِالظّٰلِمِيْنَ ← اور اللہ خوب جانتا تھا ظالموں کو بلکہ کہا " اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو" یعنی ابھی بھی اللہ تمہارے اندر کی منافقت کو خوب جانتا ہے - اللہ کو یہ بھی پتہ ہے کہ کون صرف غنیمت کے مال کے لیے جنگ میں شریک ہونا چاہتا ہے لیکن زبان سے کہتا ہے کہ فی سبیل اللہ (اللہ کے راستے میں) ہم جنگ کرنا چاہتے ہیں - دراصل فی سبیل اللہ نہیں بلکہ انکا ارادہ کچھ اور حاصل کرنا ہے -
اللہ نے صحابہ کو خبردار کیا ہے کہ جب بھی تم جنگ میں جاؤ گے تو اپنی زمینوں، بچوں اور اہل کے بارے میں خیال نہ کرو کہ وہ تم سے جدا ہو گئے - یاد رکھو کہ تمہیں اللہ کے راستے میں نکلنا ہے - اللہ کو سب پتہ ہے کہ کس نے ظلم کیا تھا اور اب بھی کون ظلم کر رہا ہے -

اللہ نے ظالمین کہا حالانکہ فسادیوں کے لیے دوسرے الفاظ بھی عربی میں آتے ہیں جیسے فاسقین، مفسدین - لیکن ظالمین کہا - ظلم کا لغوی معنی "کسی چیز کو اسکے مخصوص مقام پر نہ رکھنا خواہ کمی یا زیادتی کرکے یا اسکے صحیح وقت یا اصلی جگہ سے ہٹا کر" اور یہ آیت اِس بارے میں ہے کہ تمہاری نیت کچھ اور ہے اور جو کہہ رہے ہیں (فی سبیل اللہ) وہ تو دل میں نہیں ہے - جو زبان سے بات کہہ رہے ہو کہ ہم فی سبیل اللہ جنگ کریگے وہ بات دل میں ہونی چاہیے تھی -